مفتی ذاکر حسن نعمانی

جامعہ عثمانیہ پشاور

غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل

دنیا میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر زمان' ہر مکان اور ہر حالت کے احکامات موجود ہیں۔ ان احکامات تک رسائی انفرادی یا اجتماعی اجتہادات کے ذریعہ ہوتی ہے' اس مبارک سعی کے لئے اللہ تعالیٰ ہر دور میں اہل اور متدین لوگوں کو پیدا کر دیتے ہیں۔

سیاست اور الیکشن:

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا میں موجودہ نظام سیاست کا کلمہ طیبہ جمہوریت ہے جس کے مفاسد اور نقائص بے شمار ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میدان سیاست کو اس گندگی کی وجہ سے ترک کر دیا جائے بلکہ دیگر میدانوں کی طرح اس شعبہ کی صفائی بھی امت مسلمہ کا فریضہ ہے۔ شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں' ومن سیرتھم أن لا یشتغلوا بما لا یتعلق بتھذیب النفس وسیاستہ الملیہ یعنی انبیاء کرام کی سیرت میں تہذیب نفس اور سیاست ملیہ داخل ہے اس لئے ملی سیاست کو برقرار رکھنا انبیاء کرام کی سیرت ہے۔ دوسری طرف امت محمدیہ مبعوث اور ذمہ داری بھی ہے اور وہ ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے۔ ارشاد باری ہے "کنتم خیر امۃ أخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر" تم افضل امت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو اسی طرح ارشاد ہے "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر اور چاہیے کہ تم میں سے ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور لوگوں کو بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے حضور ﷺ کا ارشاد ہے الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیۃ بیشک تم نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے: قال الدین النصحیۃ قلنا لمن قال للہ و لرسولہ و لائمۃ المسلمین و عامتھم۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ دین سراسر نصیحت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا کس کیلئے فرمایا اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کیلئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کی خیر خواہی کیلئے (مسلم شریف کتاب الایمان ص ۵۴)

مسلمان مقتداؤں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق امور میں ان کی اطاعت اور معاونت کی جائے ائمہ مسلمین سے مراد خلفاء ہیں

اور ہر وہ مسلمان مراد ہیں جس کو مسلمانوں نے اپنی ذمہ داریاں سونپی ہوں امام نوویؒ فرماتے ہیں: ان المراد بائمة المسلمين الخلفاء وغيرهم ممن يقوم بامور المسلمين اب دیکھیں ایک طرف دنیا میں جمہوریت کے نقائص ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر ملک میں سیاسی، تہذیبی اور اقتصادی میدانوں میں سخت عملی دشواریوں کا سامنا ہے۔ حتی الوسع ان مشکلات کو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں حل کرنا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے تاکہ مذکورہ نصوص کا ترک لازم نہ ہو۔

غیر مسلم ممالک میں الیکشن اور اس میں مسلمانوں کا حصہ لینا:

چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کی ہر مکان، ہر زمان اور ہر حالت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ، انفرادی یا اجتماعی طور پر حتی المقدور ذمہ داری ہے۔ کیونکہ مسلمان اپنے اور دوسرے مسلمان بھائی کے مکمل اسلام کا ذمہ دار ہے یعنی ایمان و اعمال کی حفاظت۔ غیر مسلم ممالک کے الیکشن میں مسلمان امیدوار اپنی ذمہ داری بلاواسطہ پوری کرتا ہے۔ بشرطیکہ امیدوار میں اہلیت اور دیانت ہو۔ اس مسلمان کو ووٹ دینے والا اپنی ذمہ داری بالواسطہ پوری کرتا ہے۔ انتخابی مہم چلانے والے بھی اپنی ذمہ داریاں بالواسطہ پوری کرتے ہیں۔ اور یہ افراد مل کر اجتماعی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ عورت بھی اپنا ووٹ استعمال کرسکتی ہے کیونکہ وہ بھی ذمہ دار ہے اس تفصیل کے ساتھ ووٹ کی شرعی حیثیت بھی معلوم ہوگئی اسکا استعمال ضروری ہے۔ اگر ووٹوں پر اثر مرتب نہ ہو تو انسان اس کا مکلف نہیں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

مخالف اسلام پارٹی کو ووٹ دینا یا اس میں شمولیت:

ہر پارٹی کا الگ تشخص اس کے اپنے منشور کی وجہ سے ہوتا ہے اگر منشور غیر اسلامی ہے تو ایسی پارٹی کو ووٹ دینا یا اس میں شامل ہونا گناہ ہے، اس لئے کہ ایک تو مسلمان اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہا اور دوسری طرف گناہ میں تعاون کر رہا ہے۔ اگر کسی غیر اسلامی پارٹی کا امیدوار ذاتی طور پر نیک انسان ہو اس کو بھی ووٹ نہ دیا جائے اس لئے کہ اگر وہ نیک ممبر پاس ہو جائے تو اپنی پارٹی کی پالیسی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ نیک ممبر خود بھی گناہ گار ہے کہ غیر اسلامی پارٹی میں شرکت کر کے ووٹ مانگتا ہے۔

غیر مسلم سیاسی پارٹی کے ساتھ اشتراک: اگر اسلامی اقدار اور ملی مفادات کا تحفظ یا فروغ ممکن ہو تو غیر مسلم سیاسی پارٹی کے ساتھ معاہدہ یا اشتراک یا ان کی پارٹی یا کسی امیدوار کو ووٹ صحیح ہے۔ فقہا کرام کا قاعدہ ہے الامور بمقاصدها بظاہر یہ معاہدہ اور شرکت صحیح نہیں لیکن اعلیٰ مقصد کے اعتبار سے صحیح ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں" ولا يبالى باختلاف السبب عن حصول المقصود"، مقصود کے حصول کے وقت اختلاف سبب کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اسلامی اقدار اور ملی مفادات کا تحفظ یا فروغ ایک اہم فریضہ اور اعلیٰ مقصد ہے، اس فریضہ کی ادائیگی کبھی حکومتی سطح پر ہوتی ہے اور کبھی نچلی اور نجی سطح پر اس کے لئے بعض تنظیمیں کام کرتی ہیں۔ اس اشتراک اور معاہدہ

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اگر کسی غیر مسلم فرد یا جماعت سے دین کا کوئی کام لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔حدیث ہے:

ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر

غیر مسلموں کے ساتھ سماجی قربت: اصل تو یہی ہے کہ مسلمانوں کا الگ جغرافیائی اور نظریاتی وطن ہوتا کہ تمام اسلامی اقدار پر مکمل آزادی کے ساتھ عمل پیراہوں اور اغیار کے اثرات سے محفوظ رہیں ۔یہی وجہ ہے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کی اصطلاحیں بن گئیں ۔ہاں اگر غیر مسلم دارالاسلام میں ذمی بن کر رہیں تو جائز ہے اس لئے کہ دارالاسلام میں اسلامی فکر وتہذیب کا غلبہ ہوتا ہے ۔یا کوئی کافر مستأمن (ویزا والا) بن کر محدود عرصہ کے لئے اسلامی ملک میں رہائش پذیر ہو تو جائز ہے اگر مسلمانوں کی اقلیت مجبوراً اور مقہوراً کفار کے سماج اور دارالحرب میں پھنس جائے تو ان پر دو باتیں لازم ہیں ۔ (۱) اسلامی اقدار کا انفرادی اور اجتماعی تحفظ ۔(۲) اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا۔

اگر کوئی مسلمان مجبوراً مثلاً معیشت' علاج یا تعلیم کی وجہ سے کفری سماج میں رہ رہا ہے تو وہ بھی اسلامی اقدار کی حفاظت کرے گا' اور حتی الوسع دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو جاری رکھے گا۔اگر مسلمان اس طرح ایمان وعمل صالح کے اسلحہ سے لیس رہیں تو کافی حد تک کفری سماج کے اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ارشاد باری ہے" یا یھا الذین امنو ا علیکم انفسکم لایضر کم من ضل اذا ھتدیتم" اے ایمان والو! اپنی فکر کرو اگر تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لندن اور پیرس کا مقیم پکا دیندار مکہ اور مدینہ کے بے دین اور بے نمازی مسلمان سے بہت بہتر ہے ۔ہاں بلا مجبوری اور شدید ضرورت کے بغیر غیر مسلم سماج میں صرف ھل من مزید کی ہوس کے ساتھ رہائش بڑی خطرناک بات ہے' ارشاد نبویؐ ہے من جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ (ابوداؤد) یعنی جو مشرک کی موافقت اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو اس جیسا ہے ایک اور ارشاد ہے اپنی اولاد کو مشرکین کے درمیان مت چھوڑو۔خاص کر اس مادہ پرستی اور سیکولر (دنیا دیت پسندی) دور میں کیونکہ کفری تہذیب کے اثرات سے جلد متاثر ہو جائے گا۔...... مسلمانوں کی سوچ مسلم ممالک میں بھی سیکولر بن رہی ہے۔کفری ممالک چونکہ ترقی یافتہ ہیں اس لئے لوگ تعلیم' علاج' ملازمت اور تفریح کی خاطر ان ممالک کا رخ کرتے ہیں' ایمان اور اعمال صالحہ کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی ہے اس لئے حتی الوسع کفری سماج سے اجتناب ضروری ہے۔

غیر مسلم کا مسلم قصاب سے جانور ذبح کرانا: اگر کوئی مسلمان قصاب کسی غیر مسلم کے لئے جانور ذبح کرے تو فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہیں خاص کر جب کسی خاص موقع پر نہ ہو۔اگر ان کا کوئی خاص موقع مثلاً تہوار ہے تو پھر ذبح اس شرط پر جائز ہے کہ اس میں غیر اللہ کی تعظیم یا تقرب مقصود نہ ہو' کیونکہ ان کی تہوار بھی غیر اللہ ہے۔ذابح کی نیت یہ ہو کہ کفار کے لئے محض گوشت مہیا کرتا ہوں۔ان کے تہوار کے تعظیم مقصود نہ ہو اور اس نیت صحیحہ کے ساتھ ذبح ان کے بتوں کے سامنے بھی نہ ہو کیونکہ بظاہر اس بات کا توہم موجود ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب کے لئے ذبح کر رہا ہے جس طرح مسلمان کی نماز قبرستان یا کسی قبر کے سامنے مکروہ ہے کیونکہ قبر پرستی کے مشابہ ہے۔

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت: غیر مسلموں کی تقریبات میں محض ظاہر داری کی بنا پر شرکت جائز ہے' بشرطیکہ دیگر منکرات شرعیہ نہ ہوں کیونکہ بعض جائز اور مباح امور بھی لغیرہ ناجائز بن جاتے ہیں۔ان کے مذہبی تقریبات میں شرکت صحیح نہیں' اس طرح کی شرکت سے ان کے مذہب کو تقویت ملتی ہے' حدیث ہے' من کثر سواد قوم فهو منهم جو کسی قوم کی جماعت کے تکثیر کا باعث بنے تو وہ اس قوم میں سے ہے۔ہاں اگر دعوت و تبلیغ کی نیت سے شریک ہو تو جائز ہے۔اس لحاظ سے ان کے مذہبی جلوس اور جنازہ وغیرہ میں شرکت صحیح نہیں۔

کافر کی تعزیت: کافر کی تعزیت صحیح ہے۔عالمگیری میں ہے و اذا مات الکافر قال لوالدہ او قریبه في تعزیته اخلف الله علیک خیرا منه و اصلحک ای اصلح بالاسلام و رزقک ولدا مسلما " جب کافر مر جائے تو اس کے باپ یا کسی قریبی رشتہ دار کو کہے اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر بدل عطا فرمائے اور تجھے اسلام کے ساتھ سنوار دے اور تجھے مسلمان بچہ عطا کر دے (ج ۵' ص ۳۴۸)

غیر مسلم کیلئے ایصال ثواب: کافر کیلئے ایصال ثواب صحیح نہیں۔قرآن مجید میں جتنی آیات میں کسی مردہ کیلئے دعا مذکور ہے تو وہاں میت کا ایمان ضروری ہے' علامہ الکاسانی فرماتے ہیں'' لا باس بزیارۃ القبور و الدعا الاموات ان کانوا مؤمنین " مردوں کی زیارت اور ان کو دعا دینے میں کوئی حرج نہیں اگر وہ مومن ہوں (بدائع صنائع۔ ج ۱۔ص ۳۲۰) دعا کے علاوہ کسی عمل کا ثواب پہنچانے کیلئے میت میں ایمان شرط ہے۔علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔ "ان سعي غیرہ لما لم ینفعه الا مبنیا علی سعي نفسه وهو ان یکون مومنا صالحا" غیر کی سعی کا نفع موقوف ہے اپنی سعی پر اور وہ یہ ہے کہ میت خود صالح مؤمن ہو۔(الکشاف ج ۴' ص ۴۲۸) معلوم ہوا ایصال ثواب کیلئے میت کا ایمان شرط ہے' مفتی عزیز الرحمان صاحب لکھتے ہیں ماسعی سے سعی ایمان حاصل کی یعنی ایمان لایا اور مؤمن مرا اسکو دوسروں کے ثواب کا نفع پہنچانے سے ثواب پہنچ سکتا ہے نہ کہ کافر کو۔(عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲۵)

کفار کے ہدایا قبول کرنا: عالمگیری میں ہے کہ کافر سے ہدیہ قبول کرنے کے بارے میں متضاد روایتیں ہیں۔ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول کرنا جائز ہے' دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول نہ کرے۔تطبیق یہ ہے' ایسے کافر سے ہدیہ قبول نہ کیا جس کا گمان تھا کہ حضورؐ مال کی خاطر لڑتے ہیں' دین کے اعزاز کے لئے نہیں' اور ایسے کافر کا ہدیہ قبول نہ کرے جس کی وجہ سے دین کی پختگی' عزت اور وقار کو دھچکا لگتا ہو' یا ہدیہ کی وجہ سے اس کافر کیلئے نرم گوشہ اختیار کر لے' اگر مذکورہ نقصانات نہ ہوں تو کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(ج ۵' ص ۳۴۷) تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے حضورؐ کے کہنے پر اپنی مشرکہ والدہ سے تحفہ قبول کیا تھا' اگر کفار کی مٹھائی بتوں کے چڑھاوے کی ہے تو اس کا قبول کرنا حرام ہے کیونکہ اس کے ساتھ غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا گیا ہے۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے لئے نقشہ بنانا یا اس کی تعمیر میں حصہ لینا: مسلمانوں اور کفار کے باہمی روابط ہوں یا نہ ہوں دونوں صورتوں میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسلمان انجینئر ان کی عبادت گاہ کا نقشہ بنا سکتا

ہے' اسی طرح کوئی مسلمان معمار یا مزدور ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر میں حصہ لے سکتا ہے۔ بزازیہ میں قاعدہ مذکور ہے کہ کل موضع تعلقت المعصیة بفعمل فاعل مختار ۔گناہ وہ ہے جس کے ساتھ فاعل مختار کا فعل متعلق ہو۔ غیر مسلموں کی عبادت کا نقشہ بنانا یا عمارت بنانا فی نفسہ برا نہیں اس لئے کہ یہ عمارت مسجد بھی بن سکتی ہے یا کسی اور مقصد کے لئے مختص کی جاسکتی ہے' گناہ تو یہ ہے کہ اس میں کافر عبادت کرلے۔ لیکن بظاہر گناہ کے کام میں تعاون ہے اور تعاون صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے اس لئے صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔ حالانکہ اس عبادت گاہ میں غیر مسلم کے اختیاری گناہ والے فعل میں مسلمان انجینئر یا مزدور کا کوئی تعاون یا حصہ نہیں اسی طرح اگر ایک مسلمان نے کسی مجوسی کے لئے آگ جلائی تو اس میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں آگ کی پوجا مجوسی کا اختیاری فعل ہے' جو گناہ ہے بزازیہ میں ہے "اجر المسلم نفسه من مجوسی لیوقد النار لا باس به" مسلمان اگر اجرت لے کر مجوسی کے لئے آگ جلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ایک اور مثال دی ہے اذا اجر منزله لیتخذه بیعة او کنیسة او بیت نار یطیب له 'اپنا گھر اگر کرایہ پر دیا تاکہ غیر مسلم اس کو عبادت گاہ بنالے تو جائز ہے۔ مزید لکھا ہے" استا جروا مسلماً لبناء بیعة أو كنيسة أو لنحت طنبور يحل الاجر ويطيب الا انه باثم الاجير لانه اعانة على المعصية ۔کفار نے مسلمان مزدور کو اجرت دے کر عبادت گاہ یا طنبور بنوایا تو مسلمان کے لئے اجرت حلال ہے لیکن گناہگار ہوگا کیونکہ یہ گناہ میں تعاون ہے۔ (بزازیہ حاشیہ عالمگیریہ ج ۵ ص ۱۲۵) معلوم ہوا کہ حتی الوسع اجتناب ضروری ہے' مجبوری ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

مسلمانوں اور کفار کا ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی تعاون: مسلمان پر صرف اپنے مذہب کی ترویج اور تشہیر لازم ہے' دیگر ادیان پر دین اسلام کو غالب کرنا ہوگا' دیگر ادیان آسمانی ہوں یا اختراعی' کفار اگر مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں چندہ دیں یا مساجد کی تعمیر میں حصہ لیں یا مدارس کا تعاون کریں تو اسمیں کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد جس سے چاہے لے سکتا ہے اس کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ روکنا چاہیے۔ بیت اللہ کی تعمیر کفار قریش نے حلال چندہ کے ساتھ کی تھی' مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ غیر مسلموں کو مذہبی لحاظ سے تقویت پہنچائیں مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ اسلام کو ہر زمان ہر مکان اور ہر حالت میں غالب رکھیں۔ یہ غلبہ خواہ دلائل و براہین کا ہو یا پھر سلطنت کے لحاظ سے۔

ایک دوسرے کی مذہبی تہواروں میں شرکت: مذہبی تقریبات میں مذہبی تقدس ملحوظ ہوتا ہے' کفار کا دین ان کے نزدیک مقدس ہے۔ اسلام جیسے دین کے ہوتے ہوئے کسی اور دین کی تعظیم قطعاً ناجائز ہے' ہاں تبلیغ کی نیت سے شرکت جائز ہے ناسمجھی میں شرکت معاف ہے یاد آجانے کے بعد اس مجلس کو چھوڑ دے' فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمين ۔خالی الذہن ہو کر شرکت فی نفسہ جائز ہے لیکن ان کی جماعت کی تکثیر کا باعث بنتا ہے۔ حدیث ہے من کثر سواد قوم فهو منهم 'کسی قوم کی کثرت کا باعث بننے والا ان میں سے ہے

غیر مسلم کو مذہبی تہوار پر مبارکباد دینا: غیر مسلم کو ان کے مذہبی تہوار پر مبارکباد دینا صحیح نہیں' بلکہ بظاہر یہی

معلوم ہوتا ہے کہ مبارکباد دینے والا مسلمان بھی غیر مسلم کی تہوار پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ اور اس خوشی کے اظہار میں ان کے تہوار کی عظمت اور تعظیم پنہاں ہے اور دوستی کا اظہار بھی معلوم ہوتا ہے' حالانکہ کفار کے ساتھ قلبی دوستی ناجائز ہے ارشاد باری ہے لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین

جھنڈے کی سلامی شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں' و معظم شعائر اللہ اربعۃ القرآن والکعبۃ والنبی ﷺ والصلوۃ ۔ چار بڑے شعائر ہیں' قرآن' کعبہ' نبی اور نماز۔ تفسیر قرطبی میں ہے فشعائر اللہ اعلام دینہ لاسیما ما یتعلق بالمناسک شعائر اللہ سے مراد دینی نشانیاں وعلامات ہیں۔ خاص کر وہ جن کا تعلق احکام حج سے ہے۔ مثلاً صفا' مروہ' بدن' جمار' مسجد حرام رکن اور عرفہ علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں و تعظیمھا اتمام ما یفعل بھا یعنی ہر نشانی کے متعلق حکم کو پورا کرنا نشانی کی تعظیم ہے' دینی نشانیاں اور بھی بہت ہیں لیکن ضروری نہیں کہ اس کے متعلق کوئی منصوص حکم بھی ہو۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس نشانی کی توہین نہ ہو۔ قومی اور اسلامی جھنڈا قوم وملت کی عظمت کا نشان تو ہے۔ اسی طرح قومی یا وطنی شعار بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن جھنڈے کو دینی شعار کہنا قابل غور اور قابل تحقیق ہے اگر جھنڈے کو دینی شعار مان بھی لیں تو اس کے متعلق کوئی مخصوص اور منصوص عمل کا پتہ نہیں چلتا ہاں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کا سرنگوں ہونا قومی اور اسلامی غیرت کے خلاف ہے' اس کی طرح سلامی محض ایک قومی رسم ہے۔ جو ایک مباح عمل ہے۔ چند دن قبل شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمان صاحب کے ہمراہ قلعہ بالا حصار پشاور کی سیر کے دوران وہاں قومی پرچم کی سلامی اور تعظیم کا منظر دیکھنے میں آیا تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا ''اکرام جھنڈا'' اور اگر اس سلامی کو ثواب سمجھا جائے تو پھر سرکاری سطح پر بدعت ہے۔

مشرکانہ مضامین پر مشتمل قومی ترانہ پڑھنا: قومی ترانہ کسی قوم اور ملک کی ملی سیاست' عقائد' مذہب اور وطن کی محبت اور نظریات کا ترجمان ہوتا ہے' مشرکانہ مضامین پر مشتمل قومی ترانہ پڑھنا اسلامی عقائد اور اسلامی غیرت کے خلاف ہے ایسا ترانہ بوقت ضرورت بطور حکایت پڑھنا درست ہے لیکن بلا ضرورت اس کی حقیقت کو جانتے ہوئے گا ہے گا ہے پڑھنا اندیشہ کفر ہے۔ اگر چہ پڑھنے والے کا اعتقاد اس کے مضامین کے بحق ہونے کا نہ ہو کفریہ مضامین اور کفریہ جملوں کی نقل بطور حکایت جائز ہے نقل کفر کفر نہ باشد۔ ارشاد باری ہے کہ قالوا اتخذ اللہ ولدا سبحنہ۔ اتخذ اللہ ولدا کفریہ جملہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو بطور حکایت نقل کیا ہے۔

تمدنی وثقافتی وحدت: اول تمدن وثقافت کی حقیقت جاننا ضروری ہے' ثقافت کو آج کل اصطلاح میں کلچر کہتے ہیں' انسان کی چند بنیادی ضرورتیں ہیں' روٹی' کپڑا' مکان' بیوی' غمی اور خوشی۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر قوم و مذہب والوں کے الگ الگ اپنے طریقے ہیں۔ مثلاً مسلمان بیٹھ کر اور ہاتھ سے کھاتا ہے' انگریز کرسی پر بیٹھ کر کھاتا ہے یا کھڑا ہو کر چھری کانٹے اور چمچہ کے استعمال کے ساتھ۔ کھانے کا یہ الگ الگ طریقہ وانداز ثقافت اور کلچر کہلاتا ہے۔ مسلمان شلوار قمیض پہنتا ہے' انگریز شرٹ اور پتلون' یہ لباس کا کلچر ہے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کا ساری دنیا

سے الگ اور امتیازی کلچر اور ثقافت کے متعلق حضورؐ کی قولی اور فعلی تعلیمات موجود ہیں۔ مسلمان اگر اپنی اسلامی ثقافت کو کسی غیر قوم کے کلچر میں مدغم کر دیں تو عملی زندگی سے اسلام ختم ہو کر رہ جائے گا۔ مسلمان اور کافر کا ظاہری امتیاز ختم ہو جائے گا۔ بعض اوقات کوئی ایسی لاش ملتی ہے تو مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ غسل، کفن اور دفن کا کہ اس کو کس مذہب کے مطابق دنیا سے رخصت کیا جائے۔ ہندو کہیں ہم اس کو جلائیں گے۔ مسلمان کہیں گے نہیں غسل و کفن کے ساتھ دفنائیں گے۔ اس میت کے اندر دونوں مذہب والے اپنے اپنے کلچر کی نشانیاں دیکھیں گے۔ تاکہ اسی مذہب کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ مسلمانوں کی اپنی الگ تہذیب اور تمدن ہے، ہم مسلمان حضورؐ کی اتباع کے مکلف ہیں، اگر دنیا کا کلچر ایک ہو جائے تو اتباع رسول کا جملہ بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ سیرۃ مصطفیٰ میں ہے اما بعد فاتدروا وارتدوا علیکم بلباس ابیکم اسماعیل وایاکم والتنعم وزی العجم ازار اور چادر پہنو اپنے باپ اسماعیل کا لباس لازم پکڑو۔ زیادہ خوش عیشی سے بچو اور عجمی ہیئت سے اجتناب کرو۔ یہ الگ اور امتیازی ثقافت کا واضح ثبوت ہے۔ یہ لباس کا الگ کلچر ہوا۔ اسی طرح ارشاد ہے فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم عمامہ ٹوپیوں پر باندھتے ہیں۔ یہ بھی لباس کا فرق ہے۔ امام مالکؒ کا ارشاد ہے عظموا اعمالکم و وسعوا اکمامکم بڑی بڑی پگڑیاں باندھا کرو اور آستینیں کھلی رکھو۔ حدیث میں ہے خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب کافروں کی مخالفت کرو، ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کرو۔ صحیح مسلم میں ہے عبداللہ بن عمر بن العاص سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا من هذا من ثیاب الکفار فلا تلبسها۔ یہ کافروں جیسے کپڑے ہیں پس ان کو نہ پہنو، ارشاد ہے من تشبه بقوم فهو منهم، جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ شخص اس قوم میں شمار ہوگا۔ مذہبی شعار میں مشابہت تو بہتر خطرناک ہے، مولانا ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر مین تشبہ مکروہ تحریمی ہے، کنز الدقائق میں ہے: ویمیز الذمی عنا فی الذی والمرکب والسرج فلا یرکب فیلاً اور ممتاز رکھا جائے ذمی کو ہم سے ہیئت اور سواری اور زین میں نہ گھوڑے پر سوار ہوں اور نہ ہتھیار استعمال کریں، اور زنار ظاہر کریں۔ حضورؐ نے تو اپنی امت کو اسلامی تہذیب و تمدن سکھایا ہے۔ اس تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر دوسرے تمدن کو اختیار کرنا اسلام کے ساتھ بے وفائی ہے۔ اس بے وفائی کی وجہ مادہ پرستی ہے جو انسان کو سیکولرازم (دنیادیت پسندی) تک لے گئی ہے۔ جس کی وجہ سے مذہب کو اب ذاتی معاملہ سمجھتے ہیں۔ ہر انسان کو جس طریقہ عبادت میں روحانی سکون اور خوشی حاصل ہوتی ہے وہ اس کا مذہب ہے باقی سب لوگ انسان ہیں ایک تہذیب و تمدن اختیار کر لیں تاکہ تمام انسان آپس میں پیار و محبت سے رہ سکیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کا پتہ نہ چلے کہ مسلمان ہے یا ہندو۔ یہودی ہے یا عیسائی۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی اسلامی تہذیب و تمدن کو عملاً برقرار رکھیں۔

غیر مسلم مظلوم کی مدد اسلام سراپا رحمت والا مذہب ہے، حدیث ہے ارحم من فی الارض

یرحمکم من فی السماء تو زمین والوں پر رحم کر آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ مصیبت زدہ اور مظلوموں کی مددعین اسلامی تعلیمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فاحشہ عورت کی جان بخشی اس بناء پر کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ ظاہر بات ہے جو کسی انسان کو کسی تکلیف سے نجات دلائے گا ثواب کا مستحق ہوگا۔

خدمت خلق: دکھی انسانیت کی خدمت بلا تفریق مسلم و غیر مسلم، بہت بڑی عبادت ہے۔ خدمت خلق کے رفاہی اداروں سے کفار بھی مستفید ہو سکتے ہیں اس میں قدرے تفصیل ہے، ایک ہے عدل و انصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے خواہ ذمی ہو یا حربی یا مصالح بلکہ حیوانات کے ساتھ بھی عدل و انصاف ضروری ہے، ایک ہے کفار کے ساتھ محسنانہ سلوک یعنی ان کے ساتھ برّ و احسان، اچھا سلوک اور برتاؤ، اس کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً ہسپتال بنا کر انکا علاج کرنا، متعدی امراض کے وقت ان کا تعاون، زلزلہ اور سیلاب کی صورت میں ان کی مدد کرنا انفرادی طور پر یا کسی ادارہ کے توسط سے (البتہ اتنا خیال ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے کفار کا تعاون صحیح نہیں کیونکہ زکوٰۃ کا مستحق مسلمان ہے، نفلی صدقات سے ان کی مدد کی جا سکتی ہے، کفار سے صرف قلبی دوستی کی ممانعت ہے، جن کفار کے ساتھ مسلمانوں کو محسنانہ سلوک کی اجازت ہے وہ ذمی اور مصالح ہیں۔ ارشاد باری ہے " لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین و لم یخرجو کم من دیار کم ان تبدو ھم و تقسطو ا الیھم " اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑے نہیں تم سے۔ دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔ اگر کفار ایسے ہیں جن کے ساتھ صلح کا معاہدہ نہیں ہے۔ یا وہ ذمی نہیں ہیں۔ بلکہ حربی کافر یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ و قتال کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ دوستی بقول مولانا تھانویؒ یعنی برّ و احسان منع ہے۔ مولانا تھانوی نے یہاں ترک موالات (دوستی) سے برّ و احسان یعنی محسنانہ برتاؤ مراد لیا ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک حربی کافر کے ساتھ بھی نیکی و بھلائی جائز ہے سوائے قلبی دوستی کے بشرطیکہ بھلائی کے ساتھ مسلمانوں کو کسی ضرر و نقصان کا خطرہ نہ ہو اب آیت ملاحظہ فرماویں:

انما ینھکم عن الذین قتلو کم فی الدین و اخوجو کم من دیار کم و ظاھرو ا علیٰ اخراجکم ان تولو ھم ' اللہ تو منع کرتا ہے تک کو ان سے جو لڑے تم سے دین پر اور دین پر نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور شریک ہوئے تمہارے نکالنے میں کہ ان کے ساتھ کرو دوستی (الممتحنہ) اس آیت میں حربی کافر سے موالات (دوستی) کی ممانعت ہے لیکن بقرینہ آیت سابق جس میں غیر حربی کافر کے ساتھ محسنانہ سلوک کی اجازت تھی تو اس آیت میں موالات سے مراد بر د احسان لیکر معنی یہ کریں گے کہ حربی کے ساتھ بھلائی جائز نہیں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ و مقابلہ مقصود ہے تو بھلائی کا کیا مطلب۔ اس لئے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی یعنی برد احسان (بھلائی) کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔